شوکت تھانوی

- پیدائش: فروری ۱۹۰۴ء ورنداون (ہندوستان)
- وفات: مئی ۱۹۶۳ء لاہور
- تصانیف: (الف) ناول: غزالہ، سانچ کو آنچ، بھابی، سسرال، بقراط، بکواس، بیگم صاحبہ، خدانخواستہ
  (ب) مزاح: سیلابِ تبسم، دنیاے تبسّم، طوفانِ تبسّم، برقِ تبسّم، بحرِ تبسّم

خواہ مخواہ کی لڑائی

حاصلاتِ تعلّم
یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) سُن کر بات/کہانی/مکالمے کی جزئیات کو ترتیب سے یاد رکھ سکیں اور اسے دہرا سکیں۔ (۲) مختلف ادبی اصطلاحات پر گفتگو کر سکیں۔ (۳) ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات، نتائج، کردار یا واقعات کی تشریح استحسانی انداز اور ادبی پیرائے میں لکھ سکیں۔ (۴) روزمرہ مسائل زندگی کے حوالے سے غیر رسمی خطوط لکھ سکیں۔(۵) درسی کتاب میں شامل اصلاحی، تاریخی، تمثیلی، سائنسی اور مزاحیہ مضامین کا تقابلی جائزہ کر سکیں۔ (۶)متعلق فعل کی تفہیم و استعمال سے آگاہ ہوسکیں۔

خواہ مخواہ کی لڑائی دراصل لڑائی کی کوئی قسم نہیں بلکہ اگر سچ پوچھیے تو لڑائی کی فطرت ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی لڑائی کی گہرائی میں پہنچ کر اگر آپ محققانہ نظر ڈالیں تو جڑ ہمیشہ خواہ مخواہ کو پائیں گے۔ دراصل خالص قسم کی لڑائی ہمیشہ خواہ مخواہ سے شروع ہوتی ہے۔ ورنہ جو لڑائیاں کسی وجہ کی بنا پر لڑی جاتی ہیں ان کو اصولاً لڑائی کہنا ہی غلط ہے۔ ان کو انتقام، انتظام، تبادلۂ خیال، بیت بازی، مباحثہ یا زیادہ سے زیادہ مقابلہ کہا جا سکتا ہے۔ مگر لڑائی تو اس وجدانِ آتشیں کو کہتے ہیں۔ جس کی نہ کوئی وجہ ہو نہ کوئی سبب، بس اتنا ہی کافی ہے، آؤ پڑوسن لڑیں۔ اس نے کہا: لڑے میری بلا۔ چیخ کر جواب دیا: بلا لگے تیرے سگے سوتیلوں کو۔ اور لیجیے لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی میں تو تکار۔ اس کے بعد گالم گلوچ پھر کنکر پتھر۔ اس کے بعد لپّا ڈُگّی، دھینگا مُشتی اور آخر میں خون خرابے تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ جیسی بھی خدا لڑنے والوں کو توفیق دے۔ مختصر یہ کہ بعد میں تھانا اور عدالت سب ہی کچھ ہوگا۔ مگر اس لفظ "خواہ مخواہ" کا کوئی بھی شکریہ ادا نہ کرے گا جس کی یہ دولت ایسی رونق نصیب ہوسکی۔

ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ لڑائی کا مزہ بھی خواہ مخواہ کی لڑائی میں ہے۔ یعنی لڑنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہے۔ بلکہ دو لڑنے والوں کو تماشائی کی حیثیت سے دیکھ کر عبرت حاصل کر رہے ہیں کہ لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃَ یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ سرِ راہ بے بات کی بات پر یہ دونوں ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہیں۔ نہ باپ دادا کی عزت کا خیال، نہ اپنے سفید پوش ہونے کا ہوش۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ اپنے قریب ہی ایک اور صاحب کو اسی طرح عبرت حاصل کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے کہہ دیا: "رونا آتا ہے اس نا سمجھی پر۔ آخر ایسے لڑنے کی کون سی بات تھی۔" اُن صاحب نے گرج کر ہم پر برستے ہوئے کہا: "جی ہاں! کوئی بات ہی نہ تھی۔" ہم نے کہا: "معاف کیجیے گا، میرا مطلب۔۔۔" بات کاٹ کر بولے: "رہنے بھی دو، چلے ہیں وہاں سے مطلب لے کر۔"

ہم نے ان کے منھ نہ لگتے ہوئے ایک اور صاحب سے کہہ دیا کہ "ذرا ملاحظہ فرمائیے آپ کی تیزی" یہ سننا تھا کہ وہی صاحب جو آپے سے باہر ہوئے جا رہے تھے، ایک دم آستینیں چڑھا کر سامنے ہی تو آگئے۔ "تیزی، تیزی کہو تو دکھا دوں ؟ یہ سارا ملمّع یہیں اُتار کر نہ رکھ دیا ہو تو نام بدل دینا۔ ڈھائی آنے گز کی مارکین کا پتلون کیا پہن لیا ہے کہ اوقات بھول گئے۔" اب آخر کہاں تک ضبط کرتے جوش میں کہہ بیٹھے کہ "زبان سنبھال کر بات کرو جی۔" وہ صاحب گویا منتظر ہی تھے۔ زبان تو خیر سنبھال لی مگر خود کو نہ سنبھال سکے اور جھپٹے اس طرح کہ گویا مار ہی تو ڈالیں گے۔ مگر خدا بھلا کرے بیچ بچاؤ کرنے والوں کا۔ کچھ اُن کو پکڑ کر لے گئے کچھ ہم کو چمکارتے ہوئے آگے بڑھے کہ بابو جی آپ ہی غم کھائیے، جو لڑائی پہلے سے ہو رہی تھی اس کا کیا خدا جانے نتیجہ ہوا۔ مگر یہ خواہ مخواہ کی لڑائی خواہ مخواہ شروع ہو کر خواہ مخواہ ہی ختم ہوگئی۔ بہ ہر حال اس وقت نہ سہی مگر اب اس لڑائی کے متعلق جتنا غور کرتے ہیں اسی قدر طبیعت خوش ہوتی ہے کہ ہاں یہ تھی خالص لڑائی جو دو بے لوث لڑنے والوں کے درمیان کسی مقصد یا غرض سے نہیں ہوئی بلکہ لڑائی کے آرٹ کی خدمت کے طور پر ہم دونوں لڑے۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا سے ہماری یہ خدمت نہ دیکھی جا سکی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ ورنہ ہم دونوں میں سے ایک فن کی اس بے لوث خدمت میں مر کر لڑائی کی تاریخ میں زندہ رہ جاتا اور آنے والی نسلیں اس شہیدِ فن کا نام عزت اور احترام سے لیتیں۔

خواہ مخواہ کی لڑائی کا تھوڑا بہت تجربہ تو خیر سب کو ہوگا۔ مگر ہم نے اس فن میں خاص طور پر ریاض کیا ہے۔ بہت سی خواہ مخواہ کی لڑائیاں لڑے ہیں۔ المکلف الخذمت کی حیثیت سے اور کبھی کسی اور کی دعوت پر مہمان بن کر یعنی خوامخواہ کی لڑائیوں میں اُلجھے بھی ہیں اور دوسروں کو الجھایا بھی ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ خوامخواہ کی لڑائی میں ناگہانی طور پر الجھ جانے میں جو لطف آتا ہے وہ کسی اور کو الجھانے میں نہیں آتا۔ ان دونوں میں آمد اور آورد کا فرق تو خیر ہے ہی لیکن اس کے علاوہ بھی الجھ جانے میں چوں کہ کوئی ارادہ نہیں ہوتا نہ کوئی تیاری ہوتی ہے، لہٰذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے چھپّر پھاڑ کر لڑائی کی دولت سے بالکل اچانک طریقے پر مالا مال کر دیا ہے۔ الجھانے میں یہ بات نہیں ہے۔ اس میں تو اپنی طرف سے ارادہ کیا معنی ایک قسم کا یقین سا ہوتا ہے کہ لڑیں گے اور لڑ کر رہیں گے۔ اس موقعے پر رہ رہ کر دعوت کی تشبیہ ذہن میں آرہی ہے کہ دعوت کرنے والے کو زیادہ لطف نہیں آتا۔ بلکہ دعوت میں حصہ لینے والے کو لطف آتا ہے۔

بہ ہرحال جو کچھ بھی ہو خواہ مخواہ کی لڑائی کی کتنی لاجواب مثال ملی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس طرح ناگہانی طور پر اپنے کو لڑائی میں گِھرا ہوا پاکر کس کو حیرت نہ ہو گی۔ دراصل اس قسم کے موقعوں پر سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ لڑائی کے داعی کو کس طرح سمجھایا جائے کہ بھائی ہم لڑنا بالکل نہیں چاہتے۔ اور آپ لاکھ سمجھائیں تو بھی وہ اپنے اخلاق سے مجبور ہوکر آپ کو اس دعوت میں شرکت پر مجبور کر ہی دیتا ہے۔ اب رہ گیا ہے الجھانا۔ اس کے متعلق ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے کسی اور غصّے کا۔ یعنی جب انسان کا بس دھوبی سے نہیں چلتا تو وہ گدھوں کی تلاش میں نکلتا ہے کہ اُن کے کان مروڑے مثلاً : دفتر میں صاحب نے کسی بات پر جھاڑ ڈالی۔ افسر سے ماتحت کیا کہہ سکتا ہے۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے گا۔ مگر تُرکی بہ تُرکی جواب دینے کا وہ جذبہ جو مبدۂ فیض نے ہر افسر اور ماتحت قسم کے انسان کو یکساں طور پر عطا فرمایا ہے، دماغ میں چکّر کھا کھا کر رہ جاتا ہے۔ طبیعت مشتعل ہوتی ہے

اشتعال بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اور بہانہ اس کو آخر کار وہی ملتا ہے جس کو ہم آپ "خواہ مخواہ" کہتے ہیں۔ چناں چہ وہ دفتر کی چار دیواری تک تو بہ مشکل صبر اور ضبط سے کام لیتا ہے۔ مگر گھر کی چار دیواری میں قدم رکھتے ہی جنگ جُو بن جاتا ہے۔ "جس دن سے یہ نوکری ملی ہے تمھارے بھائی صاحب برابر طعنے دیتے ہیں۔ جب دیکھیے مبارک باد، جب دیکھیے مبارک باد، جلے ہی جاتے ہیں بے چارےاور خود حال یہ ہے کہ نہ کام کے نہ کاج کے ڈھیر بھر اناج کے۔" غریب(بیوی) کے منھ میں بھی زبان ہوتی ہے۔ اگر کچھ بول دے تو قیامت آگئی۔ برتن ٹوٹے، کپڑے پھٹے، گڑے مردے اُکھڑے اور آخر میں دروازے پر بیوی کی ڈولی آگئی میکے جانے کے لیے۔ اور میاں کو ہوش اس وقت آیا جب بیوی جاچکی تھی۔

اس قسم کے اُلجھاوے میں اُلجھانے والے کو بعد میں ندامت بھی ہوا کرتی ہے اور اس کی سمجھ میں یہ بات خود آجاتی ہے کہ یہ خواہ مخواہ کی لڑائی تھی۔ دراصل یہی احساس سب سے زیادہ کم زور پہلو ہے۔ جس سے لڑائی کا سارا مزا کِرکِرا ہوجاتا ہے۔ لڑائی کو احساس اور سمجھ سے کیا سروکار ؟ یہ بات اُلجھنے والی صورت میں نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہمارے نزدیک وہی طریقہ افضل ہے۔

(ماخوذ از : "لاہوریات")

مشق

سوال نمبر۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) خواہ مخواہ کی لڑائی سے مصنّف کی کیا مراد ہے؟

(ب) لڑائی میں الجھنے اور الجھانے میں کیا فرق ہے؟

(ج) خواہ مخواہ کی لڑائی کا ہماری شخصیت اور ماحول پر کیا اثر ہوتا ہے؟

(د) خواہ مخواہ کی لڑائی سے دامن چھڑانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

سوال نمبر۲ : درج ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالۂ متن کیجیے:

(الف) "ڈھائی آنے گز کی مارکین کا پتلون کیا پہن لیاہے کہ اوقات بھول گئے ہیں۔"

(ب) "لڑائی کو احساس اور سمجھ سے کیا سروکار، یہ بات الجھنے والی صورت میں نہیں ہوتی۔"

سوال نمبر۳ : مضمون کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر۴ : مضمون "خواہ مخواہ کی لڑائی" سے ایسے پانچ جُملے منتخب کیجیے جن میں طنز یا مزاح کا کوئی پہلو موجود ہو۔

سوال نمبر۵ : اپنے تجربے یا تخیل کی مدد سے کسی ایسی لڑائی یا توتکار کا حال لکھیے جو بے بنیاد ہو۔

سوال نمبر٦ : درج ذیل الفاظ اور محاورات کو جملوں میں استعمال کیجیے:

وہم و گمان	سرِ راہ	مبدۂ فیض	ناگاہ	بے لوث
ناگہانی	خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا	ترکی بہ ترکی جواب دینا	گڑے مُردے اکھیڑنا	آپے سے باہر ہونا

سوال نمبر٧ : دی گئی امثال کی روشنی میں درج ذیل الفاظ کی تذکیر و تانیث کا تعیّن کیجیے:

مثال:	فطرت (مؤنث)	انتقام (مذکر)			
الفاظ:	مباحثہ	لپّا ڈکی	رونق	انسانیت	ہنگامہ
	طبیعت	تجربہ	لطف	اخلاق	سروکار

سوال نمبر٨ : دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(ا) لڑائی ہمیشہ شروع ہوتی ہے:

(الف)لَپّا ڈُکّی سے (ب)خواہ مخواہ سے (ج)توتکار سے (د)مار پیٹ سے

(۲) ”آپے سے باہر ہونا“ ہے:

(الف)ضرب المثل (ب)روزمرّہ (ج)محاورہ (د)تشبیہ

(۳) طنز کا مقصد ہونا چاہیے:

(الف)لڑائی (ب)تکرار (ج)اصلاح (د)ایذا رسانی

(۴) ”خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا“:

(الف)محاورہ ہے (ب)روزمرّہ ہے (ج)ضرب المثل ہے (د)تلمیح ہے

(۵) ”وہم و گمان“ ہے:

(الف)مرکبِ توصیفی (ب)مرکبِ اضافی (ج)مرکبِ عطفی (د)مرکبِ اشاری

متعلق فعل:

عرفان نے کتاب خریدی۔

عرفان نے بازار سے کتاب خریدی۔

عرفان نے کل بازار سے کتاب خریدی۔

مذکورہ جملوں کا اگر جائزہ لیاجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جملے میں عرفان فاعل ہے، کتاب مفعول اور خریدی فعل ہے۔ دوسرے جملے میں فعل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کتاب خریدنے کا کام بازار سے کیا گیا ہے جبکہ تیسرے جملے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کتاب آج نہیں بلکہ کل خریدی گئی ہے۔

وہ تمام الفاظ جو فعل کے معنوں کی وضاحت کرتے ہیں متعلق فعل کہلاتے ہیں۔ ان جملوں میں ”بازار سے“ اور ”کل“ متعلقاتِ فعل ہیں جبکہ ”نے“ علامتِ فاعل ہے۔

سوال نمبر۹ : ”متعلق فعل“ پر مُشتمل پانچ جُملے تحریر کیجیے۔

سرگرمیاں

- طلبہ ”خواہ مخواہ کی لڑائی“ پر ایک خاکہ تیار کرکے کلاس میں پیش کریں گے۔
- طلبہ صلح صفائی اور اتحاد و اتفاق کے فوائد پر کمرۂ جماعت میں اظہارِ خیال کریں گے۔
- طلبہ اپنے الفاظ میں اس طنزیہ مضمون کا حقیقی مقصد بیان کریں گے۔
- طلبہ درسی کتاب میں شامل اصلاحی، تمثیلی، سائنسی اور مزاحیہ مضامین کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے۔

- طنز و مزاح زندگی کی ناہمواریوں اور مضحکہ خیز صورتِ حال کو دلچسپ انداز میں پیش کرنے کا اسلوب ہے۔ طنز میں مزاح کی آمیزش سے تلخی میں کمی آجاتی ہے۔

برائے اساتذہ

- پہلے طلبہ کو عبارت فہمی کا موقع دیجیے پھر تقریری طریقہ اختیار کرتے ہوئے تعمیری بازرسی فراہم کیجیے۔
- طلبہ کو طنز و مزاح کا فرق بتائیے۔
- طلبہ کو بتائیے کہ طنز و مزاح کی شمولیت سے ہماری گفتگو دل چسپ اور پُر اثر ہوجاتی ہے۔
- طلبہ کو درسی کتاب میں شامل مضامین کی نوعیت بتائیے اور اُن کے درمیان فرق سے آگاہ کیجیے۔
- طلبہ کو اُردو کے معروف طنز و مزاح نگاروں کے شہ پارے پڑھنے کی طرف متوجہ کیجیے۔